ثروت خان

مغربی افریقہ عہدِ اسلامی میں

مغربی افریقہ رقبہ کے لحاظ سے ایک طویل وعریض خطہ ہے۔ اس جگہ جس علاقے کی تاریخ پیش کرنا مقصود ہے وہ صحرائے اعظم اور اس کے جنوب کا وہ حصہ ہے جو چند ماہ قبل تک فرانسیسی مغربی افریقہ کہلاتا تھا اور اب جہاں مالی، سینیگال، گنی، نائیجر، اور دوسری آزاد ریاستیں قائم ہو چکی ہیں۔ عربی کی قدیم تاریخوں میں یہ خطہ بلادِ سودان کے نام سے مشہور تھا۔ یہ اصطلاح دراصل اس تمام خطے کے لیے مخصوص تھی جو بحیرۂ احمر سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک پھیلا ہوا ہے اور جس میں زنگی نسل کے سیاہ فام باشندے آباد ہیں۔ دریائے نیل والے سودان سے فرق کرنے کے لیے خطۂ زیرِ بحث کو مغربی سودان بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اب یہ اصطلاح صرف تاریخی اور جغرافیائی اہمیت رکھتی ہے ورنہ آج کل اس پورے خطہ کے لیے مغربی افریقہ کی اصطلاح عام ہے اور مغربی سودان یا سابق فرانسیسی سودان کا لفظ اس نو آزاد جمہوریہ کے لیے مخصوص ہو گیا ہے جو مالی اور سینیگال کے وفاق میں شامل کیا گیا تھا۔

نائیجر اور سینیگال اس خطہ کے دو سب سے بڑے دریا ہیں۔ مغربی افریقہ کا جو حصہ ان دریاؤں کے جنوب میں واقع ہے اس کا بیشتر حصہ زرخیز اور شاداب زمینوں پر مشتمل ہے۔ جنوب کے ساحل کے ساتھ ساتھ ہزاروں مربع میل کا علاقہ بارش کی کثرت کی وجہ سے سدا بہار گھنے جنگلوں سے پٹا پڑا ہے۔

اس خطہ میں لوہے، تانبے، مینگنیز، المونیم اور دوسری دھاتوں کی بھی کثرت ہے۔ عہدِ قدیم میں یہاں کے بعض حصوں سے اس کثرت سے سونا حاصل کیا جاتا تھا کہ اس کی شہرت عرب ملکوں سے نکل کر یورپ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ خیال عام تھا کہ یہ سونا کانوں سے نہیں نکلتا بلکہ درختوں میں لگتا ہے۔[1] انگلستان کا مشہور سکہ گنی اس وجہ سے گنی کہلایا کہ وہ سب سے پہلے علاقہ گنی کے سونے سے تیار کیا گیا تھا۔[2] مغربی افریقہ میں سونا اور دوسری قیمتی دھاتیں اب بھی پائی جاتی ہیں۔

---

(۱) معجم البلدان، یاقوت حموی دیکھیے "تبر"

(۲) GOLDEN TRADE OF MOORS از بووِل، ص ۱۱۹

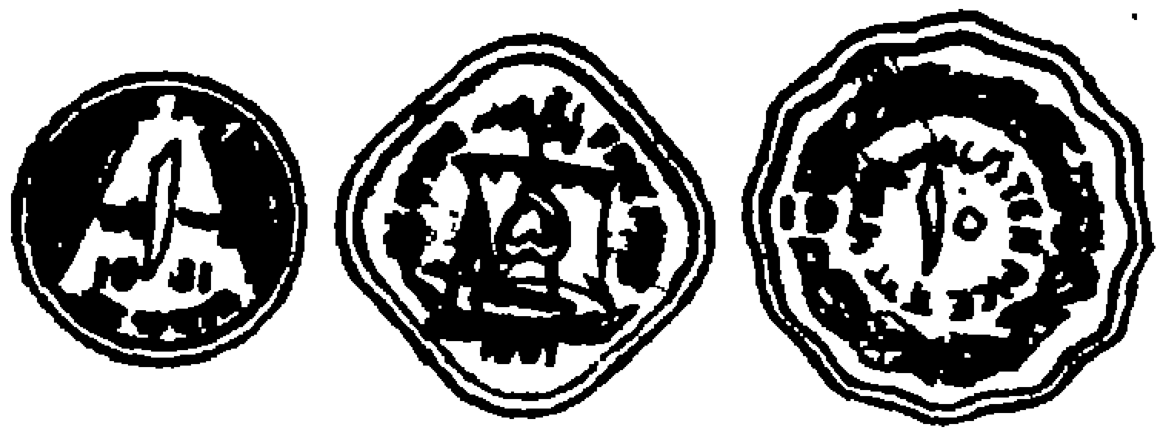

پاکستان میں اعشاری سکے

نئے اعشاری نظام میں صفر کا مقام

بے قیمت یا بیش قیمت

یکم جنوری ۱۹۶۱ء کے بعد سے پاکستانی کرنسی کی دونوں اکائیوں (روپے اور پیسے) کو اعشاریہ کے دو درجوں تک لکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک روپیہ چار پیسوں کو ۱٫۰۴ لکھنا چاہیئے۔ نہ کہ ۱٫۴۔ اسی طرح ۲۵ روپے اور ۵۰ پیسوں کو ۲۵٫۵ نہیں بلکہ ۲۵٫۵۰ لکھنا درست ہے۔ آپ بھی اس کا خیال رکھیں۔

تبادلہ کا حسابی نقشہ :- اس نقشے کو روزمرہ استعمال کے لئے کاٹ لیجئے

پائی

آنے		۳	۶	۹
۰	۰۰۰	۲	۳	۵
۱	۶	۸	۹	۱۱
۲	۱۲	۱۴	۱۶	۱۷
۳	۱۹	۲۰	۲۲	۲۳
۴	۲۵	۲۷	۲۸	۳۰
۵	۳۱	۳۳	۳۴	۳۶
۶	۳۷	۳۹	۴۱	۴۲
۷	۴۴	۴۵	۴۷	۴۸
۸	۵۰	۵۲	۵۳	۵۵
۹	۵۶	۵۸	۵۹	۶۱
۱۰	۶۲	۶۴	۶۶	۶۷
۱۱	۶۹	۷۰	۷۲	۷۳
۱۲	۷۵	۷۷	۷۸	۸۰
۱۳	۸۱	۸۳	۸۴	۸۶
۱۴	۸۷	۸۹	۹۱	۹۲
۱۵	۹۴	۹۵	۹۷	۹۸
۱۶	۱۰۰	۰۰۰	۰۰۰	۰۰۰

مثال :- ایک آنہ تین پائی = آٹھ پیسے

رقم میں صفر احتیاط سے لگائیے

عام طور پر منڈنگو نسل کے باشندوں کو فولانی نسل کے باشندے مالنکی (MALENKE) اور ہوسا باشندے ونگارا کہتے ہیں۔ سینیگال میں اور دریائے نائجر کے بالائی حصہ میں ساراکولے (SARAKOLLE) اور سوننکے (SONINKE) کے نام سے جو قبیلے آباد ہیں وہ بھی منڈنگو ہی ہیں۔ منڈنگو کی تاریخ مغربی افریقہ میں سب سے زیادہ شاندار ہے۔ غانہ کی قدیم غیر مسلم حکومت اور اس کے بعد مالی کی اسلامی مملکت اسی نسل کے باشندوں کی حکومتیں تھیں۔ پچھلی صدی عیسوی میں مغربی افریقہ کے مشہور مصلح اور رہنما حاجی عمر تجانی اور امام صمد جو سموری کے نام سے مشہور ہیں اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ آج کل جمہوریۂ مالی کے صدر موڈیبو کیتا (MODIBO KIETA) اور گنی کے صدر شیخ توری منڈنگو ہی ہیں۔ اول الذکر کا تعلق بمبارا قبیلے سے ہے اور وہ مالی کی قدیم اسلامی مملکت کے مشہور خاندان کیتا سے تعلق رکھتے ہیں اور ثانی الذکر امام صمد کی اولاد میں ہیں۔ منڈنگو کی اکثریت مسلمان ہے۔

مغربی افریقہ کا دوسرا اہم قبیلہ فولا[1] (FULA) ہے۔ اس کا ذکر کتابوں میں فولانی اور پیول (PEUL) کے ناموں سے بھی آتا ہے۔ ان کی تعداد بائیس لاکھ کے قریب ہے۔ یہ زیادہ تر گنی میں آباد ہیں جہاں ان کی تعداد آٹھ لاکھ[2] سے زیادہ ہے۔ ویسے فولانی باشندے پورے مغربی افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن نائجیریا اور گنی کے علاقے فوتاجلون میں ان کو سیاسی برتری بھی حاصل ہے۔ اگرچہ ان کا عام پیشہ گلہ بانی ہے لیکن مغربی افریقہ کے بڑے حصہ میں مذہبی سیادت فولانیوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ منگو پارک نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "پیغمبر اسلام کے احکام اور قوانین ان کے درمیان ہر جگہ احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں"

فولانیوں کی قبل از اسلام کی تاریخ قطعی تاریکی میں ہے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد فولانیوں نے بکثرت نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ فولانی طبعاً حلیم اور نرم خو واقع ہوئے ہیں۔ لیکن وہ خود کو عام سوڈانی یعنی سیاہ فام باشندوں سے برتر سمجھتے ہیں۔ یا کم از کم منگو پارک کا ایسا ہی خیال تھا (سفرنامہ ص ۴۴) فولانی مغربی افریقہ میں تقریباً سب کے سب مسلمان ہیں۔

مغربی افریقہ کے دوسرے اہم قبائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) تاریخ نائجیریا (انگریزی) از سر ایلن برنس اور TRAVELS OF MONGO PARK مطبوعہ ۱۹۵۴ء

(۲) فرانسیسی مغربی افریقہ ۱۹۵۶- (STATESMAN YEAR BOOK)

یہاں کے باشندے سوائے بربروں کے جو زیادہ تر صحرائے اعظم کے علاقہ میں آباد ہیں تمام کے تمام سیاہ فام یا حامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور بے شمار قبیلوں میں منقسم ہیں۔ جس قدر قبیلے ہیں زبانیں بھی تقریباً اتنی ہی بولی جاتی ہیں۔ اگر کوئی افریقی زبان مشترکہ یا عام زبان کی حیثیت رکھتی ہے تو وہ ہوسا زبان ہے جو اسی نام کے ایک قبیلہ کی زبان ہے۔ لیکن اس قبیلے کی بیشتر تعداد نائیجیریا میں آباد ہے اور مغربی افریقہ میں ہوسا باشندے صرف تجارتی مرکزوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہوسا زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور اب نائیجیریا سے اس زبان میں متعدد اخبار اور رسالے بھی شائع ہونے لگے ہیں۔ مسلمانوں کے علمی حلقوں میں عربی بھی لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ عہد قدیم میں مغربی سوڈان میں جو بھی کتاب لکھی جاتی تھی وہ عربی ہی میں ہوتی تھی۔ آج کل تعلیم یافتہ طبقہ کی مشترکہ زبان فرانسیسی ہے اور مغربی افریقہ کی کئی ریاستوں میں فرانسیسی کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے۔

مغربی افریقہ کے قبائل

مغربی افریقہ کی آبادی بے شمار قبیلوں اور خاندانوں میں منقسم ہے۔ یہ قبیلے سوائے ان بربر قبیلوں کے جو صحرائے اعظم میں آباد ہیں تقریباً تمام کے تمام سیاہ فام نسل کے سوڈانی باشندوں پر مشتمل ہیں۔ ان سوڈانی قبیلوں میں سب سے بڑا قبیلہ منڈنگو (MANDINGO) ہے۔

منڈنگو نسل کے باشندے جن کو مینڈے (MANDE) بھی کہا جاتا ہے۔ زیادہ تر بالائی نائیجر، بالائی سینیگال اور گنی میں فوتا جلون (FUTA JALLON) کی سطح مرتفع کی مغربی ڈھلانوں پر آباد ہیں۔ ویسے منڈنگو قبائل دریائے نائیجر کے شمالی خم سے لے کر گیمبیا (GAMBIA) تک ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ منڈنگو قبیلے لائبیریا، سیرالیون اور آئیوری کوسٹ کے شمالی حصوں میں بھی آباد ہیں۔ ان کی مجموعی آبادی تیس لاکھ ہے۔

منڈنگو کو مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ بالعموم یہ تمام ان خاندانوں اور قبیلوں کے ہیں جن میں اس نسل کے باشندے تقسیم ہو گئے ہیں۔ مثلاً دریائے نائیجر کے شمالی خم سے گھرے ہوئے علاقے میں واکورے (WAKORE) یا ونگارا (WANGARA) کہلاتے ہیں۔ دریائے سینیگال سے گیمبیا تک ساحلی علاقے میں جو منڈنگو قبیلے آباد ہیں وہ وولف (WOLOF) اور سیرس (SERES) کہلاتے ہیں۔ ایک اور مشہور منڈنگو قبیلہ بمبارا ہے جو موجودہ جمہوریہ سوڈان کے دارالحکومت باماکو میں اور اس کے مشرق اور مغرب میں آباد ہے۔ دریائے نائیجر کے معاون دریائے بانی کے مشرق میں "جولا" کا منڈنگو قبیلہ آباد ہے

تک وسیع نہیں تھیں[۱]۔

غانہ کی سلطنت کے اولین حکمران سیاہ فام زنگی نسل سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ وہ سفید نسل کے باشندے تھے۔ غالباً وہ بربر ہوں گے جو سامی النسل ہیں۔ غانہ میں سنہ ہجری سے پہلے بائیس ۲۲ حکمران ہو چکے تھے اور اتنے ہی اس کے بعد ہوئے۔ مغربی سوڈان پر عربوں کے حملے سے پہلے جو غالباً اموی دور کے آخر میں ہوا تھا غانہ میں ایک زنگی قبیلہ برسر اقتدار آگیا تھا۔ جو منڈنگو قبیلہ کی ایک شاخ سوننکے (SONINKE) سے تھا۔

مسلمانوں کا مغربی افریقہ سے تعلق اسی زنگی خاندان کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ غانہ کی سلطنت پورے عروج پر نویں صدی عیسوی میں پہنچی۔ اس کا دارالحکومت کمبی (KUMBI) کا شہر تھا جو ٹمبکٹو کے جنوب مغرب میں تین سو میل کے فاصلہ پر آباد تھا، اور جس کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ غانہ کے شمال اور مغرب میں جو بربر قبیلے آباد تھے ان سے غانہ کی اکثر لڑائیاں رہتی تھیں۔ دسویں صدی میں ان کے صدر مقام اودغست[۱] (AVDOGHAST) پر غانہ کا قبضہ بھی ہو گیا تھا۔ یہ شہر کمبی کے مغرب میں پندرہ دن کے فاصلہ پر واقع تھا۔

اندلسی جغرافیہ داں البکری (۱۰۲۸ - ۱۰۹۴ء) نے غانہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "یہاں کا حکمران دو لاکھ فوج میدان میں لا سکتا تھا جس میں چالیس ہزار تیر کمان سے مسلح ہوتے تھے۔"

کمبی کا شہر مغربی سوڈان کی سب سے بڑی تجارتی منڈی تھا۔ یہ جگہ غلاموں کی تجارت کا بھی بڑا مرکز تھی۔ یہ غلام زیادہ تر مومم غور قبیلوں سے آتے تھے جن کو عرب لملم، دمدم اور نیام نیام کے ناموں سے پکارتے تھے۔

غانہ کے مغرب میں سینیگال کی طرف تکرور کی حکومت تھی۔ غانہ کے سوننکے باشندوں کی طرح تکرور بھی تجارت پیشہ تھے۔ یہ لوگ غلاموں اور سونے کی تجارت کے علاوہ نمک کی تجارت بھی کرتے تھے جو سینیگال دریا کے دہانہ میں واقع ایک جزیرہ سے حاصل ہوتا تھا۔ تکرور گھٹیا قسم کا کپڑا بھی بناتے تھے۔

گیارہویں صدی میں لمتونہ قبائل کے عروج پر غانہ کا زوال شروع ہو گیا۔ لمتونہ نے سب سے

---

(۱) عبدالرحمٰن کی کتاب میں سنہ ۱۶۵۵ء تک مغربی سوڈان کی تاریخ ہے۔ اس کے صرف تین نسخے معلوم ہو سکے ہیں۔ ایک ٹمبکٹو میں ہے اور دو پیرس کے BIBLIOTHEQUE NATIONALE میں ہیں۔ (۲) جغرافیہ کی عربی کتابوں میں یہ نام اُودغست اور اوذغست بھی لکھا جاتا رہا ہے۔

ماسی (MASSI) جو زیادہ تر بالائی والٹا میں آباد ہیں۔ انہوں نے گزشتہ صدیوں میں مسلمانوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ جس کی وجہ سے اسلام ان میں زیادہ نفوذ نہیں کر سکا۔ یہ زیادہ تر غیر مسلم ہیں۔

تکرور۔ یہ قبیلہ سنیگال میں آباد ہے اور اس کی تعداد ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس کو تکلور بھی لکھتے ہیں۔ سب سے پہلا سوڈانی شاہی خاندان جس نے اسلام قبول کیا تکلور ہی تھا۔

سونگھائی۔ یہ قبیلہ ٹمبکٹو کے جنوب مشرق میں دریائے نائیجر کی وادی میں آباد ہے۔ اس کا مرکز گاؤ کا شہر ہے جو مالی کی موجودہ مملکت میں واقع ہے۔ قدیم عربی کتابوں میں اس شہر کا نام کوکو لکھا جاتا تھا۔ یہ قبیلہ اگرچہ ڈھائی لاکھ سے زیادہ نہیں لیکن سولہویں صدی کے اوائل میں اس قبیلہ نے مغربی افریقہ میں ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کر دی تھی جو اپنی وسعت میں مالی کی سلطنت سے بھی زیادہ پھیلی ہوئی تھی اور جس کا حکمران محمد اسکیا ئے اعظم اپنی صلاحیت اور تدبر کے لحاظ سے تاریخ اسلام کے بہترین حکمرانوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ سونگھائی قبیلہ نے گیارھویں صدی میں اسلام قبول کیا تھا اور وہ سب مسلمان ہیں۔

سوڈانی نسل کے باشندوں کے علاوہ مغربی افریقہ میں تقریباً چار لاکھ بربر باشندے بھی آباد ہیں۔ ان کا سامی نسل سے تعلق ہے اور یہ زیادہ تر صحرائے اعظم اور ان دراروں میں جسے آج کل موریطانیا کہا جاتا ہے آباد ہیں۔ یہ بربر بھی متعدد قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم ہیں۔ مغربی افریقہ میں ان کا سب سے بڑا قبیلہ ترقہ (TUAREG) ہے۔ صنہاجہ، مسوفہ، لمتونہ اور جدالہ دوسرے قبیلے ہیں جو یا تو ترقہ کی شاخیں ہیں یا مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔

غانہ کی سلطنت

ٹمبکٹو کے ایک مورخ عبدالرحمٰن سعدی(۱۱) کی تاریخ سوڈان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطہ کی سب سے قدیم سلطنت غانہ کی تھی۔ ابن حوقل کے نقشہ میں اسے "غانۃ الکفار" لکھا گیا ہے۔ اس سلطنت کا افریقہ کے موجودہ ملک غانا سے جسے عام طور پر اردو میں گھانا لکھا جا رہا ہے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ غانہ کی قدیم سلطنت کی حدود بڑی حد تک وہی تھیں جو کچھ عرصہ قبل مالی فیڈریشن کی تھیں۔ ممکن ہے کہ موجودہ غانا کا شمالی حصہ اس کی حدود میں آتا ہو لیکن یہ طے ہے کہ اس سلطنت کی حدود جنوبی ساحل

---

(۱۱) عبدالرحمٰن سعدی سترھویں صدی کے سوڈانی عالم ہیں۔

"تجارت اتنے وسیع پیمانے پر ہوتی تھی کہ سجلماسہ کا ایک شخص یہاں کے تاجر کا چالیس ہزار دینار کا مقروض تھا۔ لوگ کافی دولت مند تھے اور عیش و آرام کی زندگی گزارتے تھے۔

"بڑا شہر تھا۔ عمارتیں عمدہ تھیں اور چاروں طرف کھجور کے درختوں کی کثرت تھی۔ باشندے بربر تھے جو زنگی غلاموں کے مالک تھے۔ یہاں عربوں کی ایک بڑی تعداد تجارت کرتی تھی۔

"یہ شہر اپنے باورچیوں کی مہارت اور گوری عورتوں کے حسن کی وجہ سے مشہور تھا۔ ان عورتوں کے کولھے خاص طور پر بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ یہ عورتیں کروٹ سے لیٹا کرتی تھیں تاکہ ان کے کولھے دبنے کی وجہ سے بدنما نہ ہو جائیں۔"

یہی زمانہ ہے کہ ان بربروں میں مرابطین کی مشہور اصلاحی تحریک شروع ہوئی۔ ماریتانیا کے بیشتر بربر قبائل اگرچہ دسویں صدی عیسوی ہی میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن اسلامی تعلیم کے اثرات ان پر بہت ہلکے تھے چنانچہ گیارھویں صدی عیسوی کے دوسرے ربع میں قبیلہ صنہاجہ کا ایک سردار یحییٰ بن ابراہیم براہ قیروان اور سجلماسہ اپنے وطن واپس آیا تو وہ اپنے ساتھ سجلماسہ کے ایک پرجوش معلم اور مبلغ عبداللہ بن یٰسین کو بھی اپنے ہمراہ لایا تاکہ وہ ان بربروں کی اسلامی انداز پر تربیت کر سکیں۔

بربروں کو تربیت دینے کے کام میں عبداللہ بن یٰسین کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بربر صرف نام کے مسلمان رہنا چاہتے تھے۔ نظم و ضبط اور تنظیم سے گھبراتے تھے۔ عبداللہ بن یٰسین نے جب ان کو سختی سے اسلامی اصولوں پر چلانا چاہا تو ان بربروں نے جو جدالہ اور لمتونہ قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے ان کے گھر میں آگ لگا دی اور ان کو اپنے علاقہ سے نکال دیا۔ اب عبداللہ بن یٰسین نے اپنے دو لمتونی پیروں کے ساتھ دریائے سینیگال کے ایک جزیرہ میں پناہ حاصل کی اور وہاں ایک رباط یا خانقاہ قائم کر لی۔ یہ رباط جلد ہی گرد و نواح کے علاقوں میں تبلیغ اسلام کا ایک بڑا مرکز بن گئی۔ کہا جاتا ہے کہ سینیگال میں تکرور کا شاہی خاندان پہلا زنگی یعنی سوڈانی خاندان ہے جو اسلام لایا۔ اس کے بعد ان بہت سے سوڈانی باشندوں نے بھی اسلام قبول کر لیا جو غانہ کے ظلم و ستم سے باجگذار تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سوڈانی باشندوں نے غانہ کی سیاسی برتری ختم کرنے کے لیے اسلام کو ایک بڑا ذریعہ سمجھا۔ اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سینیگال کے تکرور باشندوں کے مسلمان ہوتے ہی مشرق کی طرف دریائے نائجر کی وادی میں جو ریاستیں غانہ کی باجگذار تھیں ان میں اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا اور سوڈانیوں کے قبیلے کے قبیلے مسلمان ہونے لگے۔ مالی اور سونگھائی کے حکمران خاندان بھی اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے۔

۱؎ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ مقالہ "سوڈان"۔

پہلے ۱۰۵۴ء میں اپنا صدر مقام اود غست غانہ سے واپس لے لیا اور اس کے بعد ۱۰۷۶ء میں دار الحکومت کمبی پر بھی قبضہ کر لیا۔

غانہ میں اسلام کی اشاعت

اموی دور کے آخر میں مسلمان الجزائر اور مراکش پر قبضہ کرنے کے بعد ۷۴۲ء اور ۸۰۰ء کے درمیان جنوب میں سجلماسہ اور تغازہ پر قابض ہو چکے تھے۔ سجلماسہ صحرائے اعظم میں شمال کی طرف سے داخلہ تھا اور تغازہ جنوب کی طرف جانے والے راستہ پر شمال کی آخری چوکی تھی۔ تغازہ کی اہمیت زیادہ تر نمک کی کانوں کی وجہ سے تھی۔ ان کانوں سے غانہ کے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ غالباً تغازہ پر عربوں کے قابض ہونے کے بعد ہی سے مسلمانوں کی غانا میں تجارت کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہو گئی۔

لیکن اسلام غانہ سے پہلے ان بربر قبائل میں پھیل چکا تھا جو غانہ کے شمال اور مغرب میں اس علاقہ میں آباد تھے جو آج کل موریطانیا کہلاتا ہے۔ شمالی افریقہ کے بربر بنی امیہ کے آخری دور ہی میں اسلام لا چکے تھے۔ بعد میں یہی بربر مسلمان جنوب کے غیر مسلم بربروں میں اور سیاہ فام باشندوں میں اشاعت اسلام کا باعث ہوئے۔ چنانچہ دسویں صدی عیسوی (چوتھی صدی ہجری) میں بربر عام طور پر مسلمان نظر آتے ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں جب ابن حوقل صحرائے اعظم کو پار کر کے لمتونہ کے صدر مقام اود غست گیا تو نہ صرف یہ کہ وہاں کثیر تعداد میں عرب تاجر آباد ہو چکے تھے بلکہ وہاں کے مقامی[1] باشندے بھی مسلمان تھے۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ:

"اود غست میں پانی افراط سے تھا جس کی وجہ سے طرح طرح کی فصلیں کھجور، گیہوں، باجرہ، انجیر، انگور اور دوسری فصلیں پیدا ہوتی تھیں۔ مویشی ... بھیڑوں کی کثرت تھی اور ارزاں تھیں۔ شہر سونے کی تجارت کی منڈی تھا جو سوڈان سے آتا تھا اور مغرب" کو خصوصاً سجلماسہ کو جاتا تھا۔ شہد بھی سوڈان سے آتا تھا۔ خشک پھل، تانبا اور کپڑا شمال سے آتا تھا۔

---

(۱) یاقوت حموی کی ایک تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اود غست اور گردو نواح کے باشندے چوتھی صدی کے آغاز میں خلافت فاطمہ کے بانی عبید اللہ مہدی کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ اس سے پہلے وہ سورج کی پرستش کرتے تھے خون اور مردہ کھاتے تھے۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ اب یہ لوگ قرآن اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مسجدوں میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں (معجم البلدان لفظ اود غست)

دور رکھنے کے لیے ان کا رخ غانہ کے کفار کی طرف پھیر دیا۔ اس مہم میں ان کے ساتھ تکرور کی نومسلم مملکت کی فوج بھی شامل تھی۔

غانہ کی مملکت اگرچہ زیادہ تر غیر مسلم باشندوں پر مشتمل تھی اور حکمران خاندان بھی غیر مسلم تھا لیکن گیارہویں صدی میں شمال اور مغرب میں تیزی سے اسلام پھیل جانے کی وجہ سے غانہ[1] میں اسلام کے اثرات بہت بڑھ گئے تھے اور خود غانہ کے سیاہ فام باشندوں میں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اندلسی سیاح اور جغرافیہ دان البکری (۱۰۲۰ - ۱۰۹۴ء) نے مرابطین کے حملے سے قبل غانہ کے دار الحکومت کمبی کے حالات لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ:

> کمبی دو حصوں پر مشتمل تھا جو ایک دوسرے سے چھ میل دور تھے۔ ایک حصہ مسلمانوں کے لیے مخصوص تھا جہاں بارہ مسجدیں تھیں اور جن میں فقہا کا اجتماع ہوتا تھا۔ دوسرا حصہ الغابہ (جنگل) کہلاتا تھا۔ یہ حکومت کا مرکز تھا اور بے دین آبادی یہیں رہتی تھی۔
>
> گھر بیشتر مٹی کے تھے جن کی چھتیں گھاس پھوس کی تھیں۔ لیکن بعض عمارتیں پتھر کی بھی تھیں۔

غانہ کی حکومت میں مسلمان بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ خزانچی، ترجمان، اور وزیر بالعموم مسلمان ہوتے تھے۔ بادشاہ کے سامنے بے دین لوگ جھکتے تھے اور اپنے سروں پر خاک ڈالتے تھے لیکن مسلمان صرف تالیاں بجاتے تھے۔

غانہ کے دار الحکومت کمبی کو مرابطین نے امیر ابوبکر کی زیر قیادت ۱۰۷۶ء میں فتح کر لیا اس طرح غانہ کی قدیم سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

غانہ کے زوال و خاتمہ کے بعد مغربی افریقہ کی اسلامی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ یہ باب خالص سیاہ فام سوڈانی مسلمانوں کے کارناموں کا ہے۔ ابوبکر کا تو دس سال بعد ۱۰۸۷ء میں انتقال ہو گیا اور اس کے بعد مرابطین نو مفتوحہ علاقوں سے جلد ہی بے دخل کر دیے گئے۔ لیکن انہوں نے اس مختصر مدت میں جس تبلیغی جد و جہد کی بنیاد ڈال دی تھی وہ بڑی دور رس ثابت ہوئی۔ منڈنگو قبیلہ سوننکے (SONINKE) جو سارا کولے بھی کہلاتا ہے اب تمام کا تمام مسلمان ہو گیا اور مغربی افریقہ

---

(۱) غانہ، ورگہ، و نواح کے علاقے میں اشاعت اسلام کی تاریخ کے سلسلہ میں ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب (PREACHING OF ISLAM) میں بڑی مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

عبداللہ بن یٰسین نے اپنی تبلیغی مہم کا آغاز ۱۰۴۲ء میں کیا تھا۔ اگلے بارہ سال میں اس مہم نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ عبداللہ بن یٰسین تیس ہزار منظم فوج میدانِ جنگ میں لانے کے قابل ہو گئے۔ یہ فوج کوئی بے ترتیب اور کوئی غیر ذمہ دارانہ جتھہ نہیں تھا بلکہ ضابطے اور قوانین کی پابند ایک منظم فوج تھی۔ ایک مغربی مصنف نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

"اس فوج میں وہی جوش و خروش تھا جو ان کے رہنما میں تھا۔ کچھ تعداد گھوڑ سوار اور اونٹ سوار تھی لیکن بیشتر تعداد پیدل تھی۔ یہ لوگ نیزوں اور کلہاڑیوں سے مسلح تھے۔ اگرچہ کل تک وہ صبر و ضبط کے عادی نہیں تھے لیکن اب وہ دورِ جدید کی فوج کی طرح نظم و ضبط کے پابند ہو چکے تھے۔ وہ اپنی صفوں میں انتشار نہیں آنے دیتے تھے۔ اور نہ وہ شکست خوردہ دشمن کا تعاقب کرتے تھے۔ افریقہ نے اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کبھی ایسی پرعزم فوج دیکھی۔"(۱)

مرابطین نے اس فوج کے ذریعہ جو بربر اور نیگرو دونوں نسل کے باشندوں پر مشتمل تھی۔ مغربی صحرا میں سینیگال سے سجلماسہ تک ایک مضبوط حکومت قائم کر دی۔ ۱۰۵۵ء میں انہوں نے لمتونہ کا صدر مقام اودغست بھی غانہ سے چھین لیا۔ اس فتح کے تین سال بعد عبداللہ بن یٰسین جب کہ وہ مغرب اقصیٰ کی تسخیر میں مصروف تھے ۱۰۵۸ء میں ایک جنگ میں کام آ گئے۔ ایک مغربی مصنف نے لکھا ہے کہ:

"ان کی موت سے تاریخ افریقہ کی ایک عظیم شخصیت اس دنیا سے اٹھ گئی۔ وہ زبردست تحریک جو انہوں نے شروع کی تھی ان کی موت کے وقت تک ایک ایسی سلطنت کی شکل اختیار کر چکی تھی جو تقریباً تمام مغربی صحرا سوس، اغمات، سجلماسہ اور گرد و نواح کے زرخیز اضلاع پر مشتمل تھی۔"(۲)

عبداللہ بن یٰسین کے بعد ابوبکر مرابطین کے امیر مقرر ہوئے۔ انہوں نے شمال کی کمان اپنے چچازاد بھائی مشہورِ زمانہ یوسف بن تاشفین کے سپرد کر کے خود ۱۰۶۲ء میں صحرا کا رخ کیا۔ بربر قبائل کو جو عبداللہ بن یٰسین کی موت کے بعد پھر آپس میں لڑنے لگے تھے ایک بار پھر متحد کیا اور ان کی توجہ کو باہمی جھگڑوں سے

---

(۱) THE GOLDEN TRADE OF THE MOORS مصنف E. BOVIL ص ۷۲

(۲) THE GOLDEN TRADE OF THE MOORS مصنف E. BOVIL ص ۷۳

پر مشتمل تھی ایسے مظالم کیے کہ وہ کمبی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اب انہوں نے کمبی کے شمال میں سو میل کے فاصلہ پر "ولاتا" نامی شہر آباد کیا۔ کمبی جلد ہی گوشہ گمنامی میں چلا گیا اور ولاتا سوڈان کی سب سے بڑی منڈی بن گیا۔

مالی کا عروج

غانہ کے زوال کے بعد اس تمام علاقے میں جو کبھی غانہ کی سلطنت میں شامل تھا متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ یہ ریاستیں فی الحقیقت غانہ کی باجگذار تھیں اور اب غانہ کے زوال کے بعد یہ خود مختار ہو گئی تھیں۔ ان ہی میں ایک مالی کی حکومت تھی۔ مالی کا علاقہ دریائے نائجر کی بالائی وادی پر مشتمل تھا اور اس ریاست کی حدود دریائے نائجر کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ مالی کا حکمران خاندان تحریک مرابطین کے ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہو چکا تھا۔ ابن خلدون نے یہاں کے پہلے مسلمان حکمران کا نام برمنڈان[1] لکھا ہے۔ اسلام لانے کے بعد برمنڈان حج بھی کر آیا تھا۔ مورخین نے اس کے اسلام لانے کا سال[2] ۱۰۵۰ء تعین کیا ہے۔

جس زمانہ میں سوسو یا صوصو خاندان کو عروج ہوا تو بارہ بھائی تخت مالی کے وارث موجود تھے۔ سوسو حکمران نے ان میں سے گیارہ بھائیوں کو قتل کروا دیا لیکن سب سے چھوٹے یعنی بارہویں بچہ کو جس کا نام تاریخوں میں ماری جاطہ اور سندیاتا (SANDIATA) درج ہے ہلاک نہیں کیا۔ بعد میں بڑے ہو کر اسی ماری جاطہ نے سوسو کا تختہ پلٹ دیا۔ شروع میں اس نے گردونواح کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح کیا اس کے بعد ۱۲۳۵ء میں اس نے "کیری نا" کے مقام پر سوسو کو شکست فاش دے کر ان کے ملک پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ جگہ ریل کے آخری اسٹیشن موجودہ "کولی کورو" کے شمال میں واقع تھی۔

کیری نا کی جنگ کے بعد سندیاتا نے پھر کبھی جنگ میں خود شرکت نہیں کی۔ لیکن اس کی فوجیں بدستور فتوحات میں مصروف رہیں یہاں تک کہ تکرور اور دریائے گیمبیا تک کا علاقہ فتح کر لیا گیا اور اس طرح مالی مغربی سوڈان کی سب سے بڑی مملکت بن گئی۔ سندیاتا اپنے کارناموں کی وجہ سے آج بھی منڈنگو قوم کا ہیرو سمجھا

---

(۱) ابن خلدون نے اپنی تاریخ کی چھٹی جلد میں ص ۱۹۸ سے ۲۰۲ تک تقریباً چار صفحوں میں مالی کی مختصر تاریخ پیش کی ہے۔ اس نے یہ حالات ایک سوڈانی (مغربی) عالم سے سن کر لکھے ہیں جس سے ابن خلدون کی مصر میں ملاقات ہوئی تھی۔ یہ عالم حج کے سلسلہ میں مصر سے گزرا تھا غالباً مالی کی تاریخ کا یہ سب سے پہلا تذکرہ ہے۔ (۲) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) مقالہ (MANDINGO)

میں تبلیغ اسلام کی مہم کا سرخیل بن گیا۔ ان سیاہ فام مسلمانوں کی کوششوں سے ذیل کی وہ تمام سوڈانی ریاستیں[1] مسلمان ہو گئیں جو کبھی غانہ کی باجگذار تھیں۔

جارا یا کنیاگا جو موجودہ مقام نیورو (NYORO) کے پاس تھی۔ گمبو جو کمبی کے جنوب میں تھی۔ سوسو (گمبو اور مالی کی موجودہ جمہوریہ کے صدر مقام بماکو کے درمیان) اور جاکھا (مغربی میینا) وغیرہ۔

گیارہویں صدی کے آخر میں جاکھا کے سارا کولے مسلمانوں کی کوششوں سے جولا قبیلے نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ان جولا باشندوں نے جو تجارت کے سلسلے میں جنوب میں دور تک چلے جاتے تھے اسلام کو موجودہ گھانا (سابق گولڈ کوسٹ) کے گھنے جنگلوں تک پھیلا دیا۔ یہ مہم کم و بیش بارہویں صدی کے آخر تک جاری رہی اور دریائے نائجر کے کنارے واقع شہر "جینی" (GENNE) کے بادشاہ کے سنہ ۱۲۰۰ء میں اسلام قبول کرنے پر ختم ہوئی۔ اس بادشاہ نے قبول اسلام کے وقت ایک زبردست جشن کیا جس میں علاقہ سوڈان کے چار ہزار دو سو علماء[2] نے شرکت کی۔ اس موقع پر بادشاہ نے اپنے محل کو مسجد میں تبدیل کر دیا۔

اس جشن میں علماء کی کثیر تعداد سے پتہ چلتا ہے کہ دریائے نائجر کے وسطی حصہ میں اسلام بارہویں صدی تک اچھی طرح پھیل چکا تھا۔ سوڈان (مغربی) یا مالی کی اکثریت اگرچہ اب بھی غیر مسلم تھی لیکن امراء، رؤساء اور شہری آبادی زیادہ تر مسلمان ہو چکی تھی۔ اور مغربی سوڈان کی سیاست میں مسلمانوں کو ایک ایسا غلبہ حاصل ہو گیا جو آج بھی قائم ہے۔

سنہ ۱۱۸۰ء میں علاقہ سوسو[3] کی مسلم مملکت کو جو موجودہ بماکو سے ایک سو پچیس میل شمال مشرق میں واقع تھی وہیں کے ایک غیر مسلم فوجی نے ختم کر دیا اور سنہ ۱۲۰۳ء میں سوسو کے نئے حکمرانوں نے کمبی پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان غیر مسلموں نے یہاں کے مسلمانوں پر جن کی بڑی تعداد دولت مند عرب اور سوڈانی تاجروں

---

(۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مقالہ سوڈان۔ (۲) اشاعت اسلام (انگریزی) از آرنلڈ اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ JENNE ۔ (۳) سوسو افریقہ کے مشہور منڈنگو قبیلے کی ایک شاخ کا نام بھی ہے جو اس وقت زیادہ تر جنوبی گنی میں آباد ہے۔ بعض مصنفوں نے جن میں بوول (BOVIL) بھی شامل ہے سوسو شہر کو سوسو قبیلہ سمجھ لیا ہے جو غلط ہے۔ مذکورہ بالا علاقہ سوسو کا قبیلہ سوسو سے کوئی تعلق نہیں۔

(۴) THE GOLDEN TRADE ص ۸۰

کا نام ابن خلدون نے سیکرہ بھی لکھا ہے، تخت پر قابض ہوگیا۔ اس غلام نے بھی بڑی شان وشوکت سے حکومت کی، اور سلطنت کی حدود میں مزید توسیع کی۔ اس کے بعد حکومت ماری جاطہ کے بھائی کے لڑکے ابوبکر کے ہاتھ آگئی اور بعد کے تمام حکمران اسی کی نسل سے ہوئے۔

سلطنت مالی کا گل سرسبد ابوبکر کا لڑکا منسا موسیٰ (۱۳۰۷ء تا ۱۳۳۲ء) ہے۔ اس کے عہد میں مالی کی سلطنت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ ٹمبکٹو اور گاؤ کے مشہور شہر فتح ہوئے اور سلطنت کی حدود مشرق میں گاؤ سے مغرب میں سینیگال تک اور شمال میں تغازی کی نمک کی کانوں سے جنوب میں واقع گھنے جنگلوں تک وسیع ہوگئیں۔

منسا موسیٰ کو سب سے زیادہ شہرت اس کے سفر حج[1] کی وجہ سے ہوئی۔ یہ سفر اتنا پرشکوہ تھا کہ اس کی بدولت مالی کے حکمران اور مالی کی سلطنت کی شہرت نہ صرف اسلامی دنیا کے ایک بڑے حصہ میں پھیل گئی بلکہ تاجروں کے ذریعہ یورپ تک اس کی شہرت ہوگئی۔

منسا موسیٰ نے یہ حج ۷۲۴ھ مطابق ۱۳۲۴ء میں کیا تھا۔ سفر پر اس طرح روانہ ہوا کہ خود گھوڑے پر سوار تھا۔ آگے آگے پانچ سو غلام تھے۔ ہر غلام کے ہاتھ میں سونے کا ایک عصا تھا جس کا وزن پانچ سو مثقال (ایک مثقال ۱/۸ اونس) تھا۔ اسّی سے زیادہ اونٹ سونے سے لدے ہوئے اس کے علاوہ تھے۔ ہر اونٹ پر تین قنطار (تین سو پونڈ) سونا تھا۔

منسا موسیٰ راستے بھر سونا برساتا ہوا گیا۔ قاہرہ میں اس کی پارسائی اور فیاضی کی بدولت اسے بڑی ہردلعزیزی حاصل ہوئی۔ سلطان مصر نے اس کے آرام کے لیے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کردی تھیں۔ بارہ سال بعد جب ایک مصنف قاہرہ پہنچا تو اس وقت بھی لوگ اس کی تعریف کے گن گا رہے تھے۔ عہدیدار ان تحفوں کا ذکر کرتے تھے جو ان کو منسا موسیٰ سے ملے۔ اس کے ساتھی ایک دینار کے کپڑے کی قیمت پانچ پانچ دینار ادا کرتے تھے۔ چنانچہ سونے کی اس کثرت سے آمد کی وجہ سے مصر میں سونے کی قیمت اتنی گر گئی تھی کہ بارہ سال بعد تک سابقہ قیمت بحال نہیں ہوئی۔

منسا موسیٰ نے مدینہ اور مکہ پہنچ کر اور بھی کثرت سے اخراجات کیے۔ ان کثیر اخراجات کا نتیجہ یہ ہوا

---

(۱) منسا موسیٰ کے سفر حج کی تفصیلات کا واحد ماخذ العمری کی کتاب "مسالک الابصار" ہے لیکن میں نے یہ تفصیلات بووِل کی کتاب THE TRADE سے نقل کی ہیں۔ (۲) تاریخ ابن خلدون جلد ششم ص ۲۰۰ - ۲۰۲

جاتا ہے۔"[1]

اب تک مالی کا دارالحکومت جریبہ (JERIBA) تھا لیکن سندیاتا نے قریب کی بستی نیانی (NIANI) کو دارالحکومت قرار دیا۔ بعد میں اسی مقام نے مالی[2] کے نام سے شہرت پائی۔

سن دیاتا یا ماری جاطہ نے ۱۲۳۰ء سے ۱۲۵۵ء تک ۲۵ سال حکومت کی۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ مقامی زبان میں ماری کے معنی ہیں وہ امیر جو سلطان کی نسل سے ہو اور جاطہ کے معنی ہیں شیر۔ مالی کا یہ خاندان ۱۲۳۰ء سے ۱۵۴۵ء تک تقریباً ساڑھے تین سو سال حکمران رہا۔ ان میں شروع کے دس بارہ حکمران جن کے نام اور مدت حکومت بڑی مدت تک محفوظ ہیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ ماری جاطہ ۱۲۳۰ —— ۱۲۵۵

۲۔ منسا اولے ۱۲۵۵ —— ۱۲۷۰

۳۔ ابوبکر ۱۲۷۰ —— ۱۲۸۵ — اس مدت میں ولی، خلیفہ اور ابوبکر تین حکمران ہوئے

۴۔ ساکورا ۱۲۸۵ —— ۱۳۰۰

۵۔ ابوبکر ۱۳۰۰ —— ۱۳۰۷

۶۔ منسا موسیٰ ۱۳۰۷ —— ۱۳۳۲

۷۔ منسا مغا ۱۳۳۲ —— ۱۳۳۶

۸۔ منسا سلیمان ۱۳۳۶ —— ۱۳۵۹

۹۔ ماری جاطہ ثانی ۱۳۵۹ —— ۱۳۷۴

۱۰۔ منسا موسیٰ دوم ۱۳۷۴ —— ۱۳۸۷

مالی کی حکومت ماری جاطہ کی نسل میں زیادہ عرصہ نہیں رہ سکی۔ درمیان میں ایک غلام ساکورا جو

---

(1) THE GOLDEN TRADE OF THE MOORS ص ۸۶ (۲) اس جگہ یہ جاننا باعث ہوگا کہ عرب سیاح اور جغرافیہ دان جریبہ اور نیانی کے ناموں سے ناواقف تھے۔ وہ دارالحکومت کو بھی مالی لکھتے رہے۔ حالانکہ یہ نام صرف مملکت کا تھا۔ یہ غلط فہمی ۱۹۱۲ء تک قائم رہی۔ اس سال جب مالی ہی کے ایک مورخ محمود کعتی کی کتاب تاریخ پہلی مرتبہ شائع ہوئی تو معلوم ہوا کہ مالی کسی شہر کا نام نہیں۔ اور مالی کا دارالحکومت پہلے جریبہ تھا۔ پھر نیانی ہوا۔ یہ شہر اب نابید ہو چکے ہیں لیکن کے آثار موجود ہیں۔ دیکھیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مقالہ MALI

تجارتی سامان لے کر گزرتے تھے۔

سلیمان ہی کے زمانہ میں ابن بطوطہ ۱۳۵۲ء میں سوڈان آیا۔ اس کے سفر نامے کے آخری سترہ صفحے (صفحہ ۱۸۳ سے ۲۰۰ تک) مالی کے حالات پر مشتمل ہیں جو اس کے طویل سفر کی آخری منزل تھی۔

سلیمان کے بعد مالی کی سلطنت بتدریج کمزور ہوتی چلی گئی۔ پندرہویں صدی کے آخر میں مشرق میں سونگھائی کی بڑھتی ہوئی طاقت۔ شمال میں بربروں اور مغرب میں تکرور قبائل کے حملوں نے رہی سہی قوت بھی ختم کر دی۔ ۱۴۸۱ء میں مالی کے حکمران منسا مامادو (محمد) نے ان حملوں کو روکنے کے لیے عثمانی ترکوں سے مدد مانگی جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

غالباً مالی کے اقتدار سے سب سے پہلے تکرور کا علاقہ آزاد ہوا۔ شمال کے بربر قبائل پندرہویں صدی کے آخر تک مالی کے باجگذار تھے۔ ۱۴۰۰ء کے بعد غالباً وہ بھی آزاد ہو گئے۔ ماری جاطہ ثانی (۱۳۶۰ء تا ۱۳۷۴ء) بڑا مسرف تھا۔ اس نے سونے کا وہ خزانہ بھی جسے اس کے بزرگ یکے بعد دیگرے فراہم کرتے آئے تھے مصر کے سوداگروں کے ہاتھ بہت سستے داموں فروخت کر دیا۔[۱] اس کے اس اسراف نے ملک کی حالت خراب کر دی۔ اس کے زمانہ میں مراکش سے تحائف کا سلسلہ بھی قائم ہوا۔ چنانچہ اس نے تخت نشینی کے بعد مراکش کے مرینی حکمران ابا سالم کو جو تحائف بھیجے تھے ان میں زرافہ بھی تھا۔ جب یہ جانور ۱۳۶۲ء میں "فاس" پہنچا تو اس کے دیکھنے کے لیے ہزاروں[۲] افراد جمع ہو گئے تھے۔

ماری جاطہ علت النوم (SLEEPING SICKNESS) کی بیماری میں دو سال تک بیمار رہنے کے بعد ۱۳۷۵ء میں وفات پا گیا۔

۱۴۸۳ء میں پہلی مرتبہ اور اس کے بعد ۱۵۳۴ء میں پرتگال نے مالی سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی اور پرتگالی سفیر اس سلسلے میں مالی آئے۔ لیکن اب مالی کی حکومت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ ۱۵۴۵ء میں سونگھائی حکمران اسکیا داؤد نے دار الحکومت تاراج کیا۔ سو سال بعد مالی کا علاقہ مختلف چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور مالی کی حیثیت ایک شہری مملکت سے زیادہ

تاریخ مراکش (انگریزی) مصنفہ میکن۔ ترجمہ مولوی انشاء اللہ خاں، پیسہ اخبار۔ لاہور

ابن خلدون جلد ششم ص ۱۹۰ - ۱۰۲، جلد ہفتم، ص ۳۱۔

کر حج کرنے کے بعد جب وہ واپس قاہرہ پہنچا تو اس کا سارا سرمایہ ختم ہو چکا تھا۔ بالآخر اسکندریہ کے ایک تاجر نے اسے قرض دیا۔ یہ تاجر بادشاہ کے ساتھ ساتھ سوڈان تک گیا۔ لیکن ٹمبکٹو پہنچ کر اس کا انتقال ہو گیا۔ لیکن عادل حکمران نے اس کے وارثوں کو پورا پورا قرض ادا کر دیا۔ اسی زمانہ میں منسا موسیٰ کو خبر ملی کہ اس کے سپہ سالار سغمنجہ نے سونگھائی کی مملکت فتح کر لی۔ چنانچہ منسا موسیٰ نے سونگھائی کے دارالحکومت گاؤ پہنچ کر وہاں کے حکمران کی اطاعت بذات خود قبول کی اور اس کے دو لڑکوں علی کولن اور سلیمان نار کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گیا۔

مکہ معظمہ سے منسا موسیٰ ایک اندلسی شاعر اور معمار ابواسحٰق ابراہیم الساحلی معروف بہ طویحن[1] کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے اس نے سب سے پہلے شہر گاؤ میں ایک خوبصورت مسجد بنائی۔ یہ مسجد پختہ اینٹوں کی تھی جس کا اب تک سوڈان میں رواج نہیں تھا۔ الساحلی نے اسی طرز کی ایک مسجد ٹمبکٹو میں بھی بنائی۔ بعد میں یہ مسجدیں سوڈان میں مشرقی طرز تعمیر کی مسجدوں کے لیے ایک نمونہ بن گئیں۔ الساحلی نے ٹمبکٹو میں مسجد کے علاوہ بادشاہ کے لیے محل بھی تعمیر کیا۔

منسا موسیٰ کے زمانہ میں پہلی مرتبہ مالی کے بیرونی ملکوں سے تعلقات قائم ہوئے۔ چنانچہ مراکش کے سلطان ابوالحسن سے اس کے اچھے تعلقات تھے اور تحائف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو بعد کے حکمرانوں کے زمانہ میں بھی جاری رہا۔

منسا موسیٰ درویش صفت اور نیک سیرت حکمران تھا۔ اس کے عدل کے متعدد قصے تاریخوں میں درج ہیں۔

منسا موسیٰ کے بعد اس کا لڑکا منسا مغا (MAGHA) چار سال تک حکمراں رہا۔ لیکن اس زمانہ میں گاؤ کا شہر مالی کے اقتدار سے آزاد ہو گیا۔ اور سلطنت میں کمزوری پیدا ہو گئی۔ مغا کے بعد اس کا چچا سلیمان بن ابوبکر (۱۳۳۶ء تا ۱۳۵۹ء) حکمران ہوا تو اس نے سلطنت کو پھر سے مستحکم کر دیا۔ اگرچہ گاؤ پر مالی کا پھر کبھی قبضہ نہ ہو سکا لیکن گاؤ کے شمال مشرق کا ایک بڑا علاقہ جس میں تکدا (TAKEDDA) کی بستی شامل تھی پھر سے مالی کی سلطنت کا جزو بن گیا۔ تکدا سوڈان (مغربی) میں تانبے کی کانوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس کے علاوہ مشرق سے تجارت کا بھی بڑا مرکز تھا۔ یہاں سے ہر سال بارہ ہزار اونٹ

---

(۱) ابن خلدون، ج ششم، تاریخ مالی۔

اس کے کہ راستے میں صحرائے اعظم حائل ہوتا تھا حج کرنے کے لیے جاتے تھے۔ چنانچہ مالی کے پہلے حکمران برمنداں کے علاوہ منسا کورہ[1] اور منسا موسیٰ کے متعلق ہمیں علم ہے کہ انہوں نے حج کیا تھا۔

اسکیائے اعظم (۱۴۹۲ - ۱۵۲۸)

مالی کے زوال کے بعد پندرہویں صدی میں قبیلہ سونگھائی کو عروج ہوا۔ اس قبیلے کا مرکز جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے گاؤ کا شہر تھا۔ یہ جگہ دریائے نائجر کے کنارہ ٹمبکٹو اور موجودہ جمہوریۂ نائجر کے دارالحکومت نیامی (NIAMI) کے درمیان موجودہ جمہوریۂ مالی کے حدود میں واقع ہے۔ چودہویں پندرہویں اور سولھویں صدی میں گاؤ مغربی سوداں کے سب سے بڑے شہروں میں سے تھا۔ عربی تاریخوں میں یہ جگہ کوکو کے نام سے پائی جاتی ہے جو اس کے دوسرے نام گوگو (GOGO) کی معرب شکل ہے۔

گاؤ نے منسا موسیٰ کی موت کے بعد ہی آزادی حاصل کرلی تھی۔ واقعہ یوں ہے کہ منسا موسیٰ کے زمانہ میں جب یہ شہر فتح ہوا تو منسا موسیٰ یہاں کے دو شہزادوں علی کولین اور سلیمان نار کو اپنے ساتھ بطور یرغمال لے گیا تھا۔ منسا موسیٰ کے جانشین نے ان کو نقل وحرکت کی اجازت دیدی تھی جس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور موقع پاکر فرار ہوگئے اور گاؤ پہنچ کر اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ ۱۳۳۵ء سے جب کہ علی کولین نے آزادی حاصل کی ۱۴۹۲ء تک اس خاندان میں کل انیس حکمران ہوئے۔ سو سال تک تو گاؤ کے حکمران خود کو مالی کے حملوں سے بچاتے رہے۔ اس کے بعد ان میں ایک طاقتور شخصیت ظہور میں آئی جس کا نام سُنّی علی (۱۴۶۴ - ۱۴۹۲) تھا۔

سُنّی علی نے ۱۴۶۸ء میں ٹمبکٹو اور ۱۴۷۳ء میں جنّی[2] (JENNE) کا مشہور شہر جو ٹمبکٹو اور بماکو کے درمیان آباد ہے کئی سال کے محاصرہ کے بعد فتح کرلیا۔

سنی علی کی طبیعت میں سختی تھی۔ وہ بہت جلد مغضوب الغضب ہوجاتا تھا۔ اور بعد میں اپنے

---

(۱) ابن خلدون، ج ششم - (۲) یہ شہر دریائے نائجر کی انتہائی زرخیز وادی میں آباد ہے۔ اس کے چاروں طرف جھیلوں، اور دریاؤں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جھیلوں کے اس قدرتی حصار کی وجہ سے عہد قدیم میں یہ شہر ناقابل تسخیر بن گیا تھا۔ چنانچہ مالی کی سلطنت بھی ننانوے حملوں کے باوجود جنی کو تسخیر نہ کرسکی تھی۔ مغربی سوداں میں عہد وسطیٰ میں علوم کے دو سب سے بڑے مرکز تھے ایک ٹمبکٹو اور دوسرا جنی۔ ٹمبکٹو میں علمی سیادت بربروں کو حاصل تھی اور جنی میں منڈنگو باشندوں کو۔ سوداں کے دو بڑے مصنفوں میں احمد بابا ٹمبکٹو کے تحت اور بربر تھے اور عبدالرحمٰن سعدی جنی کے تھے اور منڈنگو تھے۔

نہیں رہی جو کبھی آزاد اور کبھی گرد و نواح کی طاقتور ریاستوں کی باجگذار ہوتی تھی۔

مالی کے عہد عروج میں وہاں کے عام حالات معلوم کرنے کا ہمارے پاس سب سے بڑا ذریعہ ابن بطوطہ کا سفرنامہ ہے۔ ابن بطوطہ ۱۳۵۲ء کے محرم میں تجلاسہ سے روانہ ہو کر تین ماہ کے بعد ۴ ربیع الاول کو مالی کے دار الحکومت نیانی پہنچا۔ اس نے مالی کی مملکت میں ایک سال سے زیادہ قیام کیا اور اس دوران میں دار الحکومت کے علاوہ گاؤ، تکدا اور ٹمبکٹو کی بھی سیر کی۔ وہ ولاتا (ولاطہ) سے مالی صرف تین ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ ملک اتنا آباد اور پُرامن تھا کہ کسی اور ساتھی کی ضرورت نہ تھی۔ یہ سفر ۲۴ دن کا تھا لیکن ابن بطوطہ نے نہ خوراک ساتھ لی اور نہ سونا چاندی۔ وہ نمک، تسبیح کے دانوں اور مسالوں کے معاوضہ میں ہر گاؤں سے خوراک حاصل کر لیتا تھا۔ نیانی پہنچ کر وہ سلیمان کے دربار میں گیا جہاں اس نے پہلی مرتبہ مردم خور باشندوں کو دیکھا جن کا ایک وفد اس وقت دربار میں آیا ہوا تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ سوڈانی باشندے کئی قابل تعریف خصوصیات رکھتے ہیں:

"وہ منصف ہیں اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں ظلم سے نفرت کرتے ہیں۔ سلطان معمولی سے جرم کو بھی معاف نہیں کرتا۔ ملک میں مکمل امن و امان ہے۔ باشندوں اور سیاحوں کو ڈاکوؤں وغیرہ سے کسی قسم کا ڈر نہیں۔ سفید لوگوں کی جائداد کبھی ضبط نہیں کرتے اور مرنے پر وارثوں کو دیدیتے ہیں۔"

ابن بطوطہ نے سوڈانی باشندوں کی بعض خرابیاں بھی بیان کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ملازم عورتیں، لونڈیاں اور بچیاں ہر ایک کے سامنے بالکل برہنہ پھرتی ہیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے سامنے بھی ننگی چلی جاتی ہیں۔ خود بادشاہ کی لڑکیاں نیم برہنہ رہتی ہیں۔ دربار میں بادشاہ کے احترام کے وقت سر میں خاک و صول ڈالنے کا رواج ہے۔ لوگ کتے اور گدھے کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے سوڈانی باشندوں کے مذہبی جذبے کی بڑی تعریف کی ہے۔ مثلاً یہ کہ لوگ نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور باجماعت ادا کرتے ہیں۔ بچوں کو بھی اپنے ساتھ مسجد میں لاتے ہیں۔ مسجدوں میں نماز کے لیے اتنا ازدحام ہوتا ہے کہ اگر دیر ہو جائے تو اندر جگہ نہیں مل سکتی۔

مندنگو باشندوں کے دینی جذبہ کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کے سلاطین باوجو

شامل ہے۔ یہاں اس نے گوبیر، کانو، زاریا اور کٹینا کی ریاستوں کو جو اس وقت تک غیر مسلم حکمرانوں کے تحت تھیں فتح کر لیا۔ اس کے بعد اسکیہ محمد نے شمال مشرق کے بربر قبیلے ترقہ (TUAREG) کی طرف رخ کیا جو ہوسا قبائل کی خوش حال بستیوں پر چھاپہ مارا کرتے تھے۔ خانہ بدوش بربروں کو صحرا کی طرف بھگا دیا گیا اور تحفظ کے لیے اگادس (AGADES) کے سرحدی علاقے میں سونگھائی قبائل کو آباد کر دیا گیا، جو آج تک وہاں موجود ہیں۔

اسکیہ محمد اول نے جو سلطنت قائم کی وہ تقریباً اس تمام علاقے پر محیط تھی جو اب تک فرانسیسی مغربی افریقہ کہلاتا تھا اور جس کا رقبہ تقریباً اٹھارہ لاکھ مربع میل تھا۔ اگرچہ جنوب کے ساحلی علاقے ٹوگولینڈ، آئی وری کوسٹ، اور گنی اس کی سلطنت میں شامل نہیں تھے لیکن تمام شمالی نائجیریا اور وہ بیشتر صحرائی علاقہ جو آج کل نائجیر کہلاتا ہے اس کی حدود سلطنت میں شامل تھا۔

اسکیہ محمد صرف ایک بڑا فاتح ہی نہیں تھا بلکہ ایک عظیم منتظم اور مدبر حکمران بھی تھا۔ اس نے حکومت میں پہلی مرتبہ سیاسی، انتظامی اور فوجی[1] محکمے قائم کیے۔ مملکت کو صوبوں میں تقسیم کیا، پولیس قائم کی اور قاضی مقرر کیے۔ مستقل فوج قائم کی گئی، اور دریائے نائجر میں کشتیوں کا بیڑا بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکیہ محمد پہلا سیاہ فام حکمران ہے جس نے مملکت کی تنظیم اس زمانہ کے جدید ترین اصولوں کے مطابق کی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسکیہ محمد نے سفر حج کے دوران حجاز اور مصر میں حکومتوں کے سیاسی اور انتظامی ڈھانچہ کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ بعد میں اپنے ان تجربوں سے اس نے بلاد سوڈان میں فائدہ اٹھایا۔

حج کا شوق، خلیفہ سے حکومت کا اجازت نامہ حاصل کرنا اور علامہ سیوطی سے تحصیل علم کرنا ایسے امور ہیں جن سے اسکیہ محمد کی اسلام سے شیفتگی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے اس علم اور تجربے سے مملکت کو پورا فائدہ پہنچایا۔ اس نے بلاد سوڈان سے ان غیر اسلامی اثرات کو ختم کرنے کے لیے جو اسلام لے آنے کے باوجود سوڈانی باشندوں میں موجود تھے اور جن کی ابن بطوطہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) بھی دیکھے جائیں جو ان ریاستوں سے متعلق ان کے ناموں کے تحت انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں پائے جاتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مقالے HAUSA ' BIRNU ' KANO ' SOKOTO اور PUL اس سلسلے میں بڑے پرازمعلومات ہیں۔ (۱) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مقالہ GOGO

کیے پر نادم ہوتا تھا۔ ٹمبکٹو کے باشندے خاص طور پر اس کی سختی کا شکار ہوئے۔ لیکن اس کمزوری کے باوجود وہ بڑی صلاحیت کا مالک تھا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ اپنے ۲۶ سالہ دور حکومت میں ایک وسیع سلطنت قائم کر دی بلکہ اس کی بنیادیں بھی مضبوط کر دیں۔ اس نے ولاتا (ولاطہ) کے شہر کو تین سو میل لمبی نہر کے ذریعہ نائیجر کی بڑی جھیل فیگ بائن (FAGBINE) سے ملانے کا عظیم منصوبہ تیار کیا تھا تاکہ ولاتا کا شہر سوڈان کے دوسرے بڑے شہروں سے آبی راستے کے ذریعہ ملا دیا جائے۔ چونکہ مغربی سوڈان کے بیشتر شہر گاؤ، ٹمبکٹو، جنی، سیگو اور موپتی (MOPTI) وغیرہ دریائے نائیجر کے کنارے آباد ہیں اس لیے یہ منصوبہ نہ صرف یہ کہ دور رس معاشی نتائج کا حامل ہوتا بلکہ سنی علی کی غیر معمولی دانشمندی کا بھی ایک ثبوت ہوتا۔ منصوبہ پر کام بھی شروع ہو چکا تھا۔ لیکن غیر مسلم موسی قبائل کے حملے کی وجہ سے منصوبہ ترک کرنا پڑا۔

سنی علی کے بعد اس کا لڑکا تخت پر بیٹھا۔ لیکن اس کا ایک قابل عہدیدار محمد تورے جو سوننکے قبیلہ سے تھا تخت پر قابض ہو گیا اور اس طرح سونگھائی کے اس قدیم خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ محمد توری نے اسکیا کا لقب اختیار کیا جس کے معنی بادشاہ کے ہیں۔ تاریخ میں وہ اسکیا محمد اول، اسکیائے اعظم کے نام سے مشہور ہے۔

حکومت مستحکم ہونے کے فوراً بعد اسکیہ محمد ۱۴۹۶ء یا ۱۴۹۷ء میں حج کے لیے گیا۔ پانچ سو سوار اور ایک ہزار پیادے اس کے ساتھ تھے۔ علاوہ ازیں سفر خرچ کے لیے سونے کے تین لاکھ سکے بھی لے گیا تھا۔ اس میں سے ایک تہائی رقم اس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کار خیر صرف کی۔ واپسی پر سلطان نے مصر میں عباسی خلیفہ متوکل سے ارض سوڈان کی حکومت کی سند حاصل کی۔ اس نے کچھ مدت مشہور عالم جلال الدین سیوطی (۱۴۴۵ - ۱۵۰۵ء) کی صحبت میں رہ کر علم حاصل کرنے پر بھی صرف کی۔

حج سے واپس آکر اسکیہ محمد نے مغرب اور جنوب کی سمت سلطنت کو توسیع دی اور وہ علاقہ فتح کر لیا جو کسی زمانہ میں مالی کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس طرح اسکیہ کی سلطنت کی مغربی تقریباً بحر اوقیانوس تک پہنچ گئیں۔

اس کے بعد اس نے مشرق کی ہوسا (۱) ریاستوں کا رخ کیا جن کی بڑی تعداد اب نائیجریا

---

(۱) نائیجریا کی ہوسا ریاستوں کی تاریخ کے لیے دیکھیے تاریخ نائیجریا (انگریزی) مصنفہ ایلن برنس۔ اس کے علاوہ دی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ)

اس کا بیٹا اسحٰق وارث ہوا تو وہ اپنے باپ کی پیروی نہ کر سکا۔ اسی دوران میں شمالی سرحد پر جو تبدیلیاں ہو رہی تھیں وہ اتنی زبردست ثابت ہوئیں کہ خاندان اسکیہ کے اقتدار کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا مراکش کے حکمراں منصور ذہبی (۱۵۷۸ء تا ۱۶۰۸ء) نے سودان کے سونے کے لالچ میں ایک زبردست لشکر جنوب کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج توپوں اور آتشیں اسلحہ سے مسلح تھی۔ اسکیہ اسحٰق نے اس فوج کا ٹمبکٹو کے قریب نہایت شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن توپوں اور آتش بار اسلحہ کے سامنے ٹھہرنا ممکن نہیں تھا۔ سودانیوں کو شکست ہوئی اور ۱۵۹۱ء میں ٹمبکٹو اور اس کے بعد دارالحکومت گاؤ فتح کر لیے گئے اور چند ماہ کے اندر اندر پورے سودان پر مراکش کا قبضہ ہو گیا۔

گاؤ کے سونگھائی قبیلہ کی خود مختاری کا پورے دو سو چھپن سال (۱۳۳۵ء تا ۱۵۹۱ء) بعد خاتمہ ہوا۔ ایک سو ستاون سال قدیم خاندان نے حکومت کی اور اکانوے سال اسکیہ کے خاندان نے حکومت کی۔

گاؤ کے عروج کا یہ زمانہ مغربی افریقہ کی تاریخ میں کئی لحاظ سے اہم ترین دور ہے۔ مغربی سودان میں اس دور میں تجارت کو بڑا فروغ ہوا۔ علم و ادب نے ترقی کی بلکہ بلاد سودان میں علم و ادب کا احیاء اسی زمانہ میں ہوا اور اسلامی تعلیمات کی تجدید ہوئی۔ جس طرح مالی کے عہد عروج کے عام حالات معلوم کرنے کے لیے ابن بطوطہ کا سفر نامہ ہمارا سب سے بڑا ذریعہ ہے اسی طرح خوش قسمتی سے اس زمانہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھی ایک ہم عصر شہادت موجود ہے یہ ہے حسن الوزان فاسی جو یورپ میں لیو افریقی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے اسکیائے اعظم کے عہد حکومت میں ۱۵۰۹ء اور ۱۵۱۳ء میں دو مرتبہ سودان کا سفر کیا تھا۔ بعد میں اس نے اپنے سفر کے حال کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا۔ اس کتاب سے سودان کی معاشرت سے متعلق بڑی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اب اسلامی اثرات کے تحت سودان کی زندگی میں کتنی مفید تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ وہ ٹمبکٹو کے متعلق لکھتا ہے :

"یہاں تاجروں اور صنعت کاروں کی بہت سی دکانیں ہیں اور سوتی کپڑا بنا جاتا ہے۔ سوائے ملازم عورتوں کے تمام عورتیں نقاب پہنتی ہیں۔ باشندے خصوصاً بیرونی باشندے بہت دولت مند ہیں۔ کنوؤں کی کثرت ہے جن کا پانی نہایت شیریں ہوتا ہے۔ دریا کا پانی نہروں کے ذریعہ شہر میں جگہ جگہ آتا ہے۔ مکئی، مویشی، دودھ اور مکھن کثرت سے ہوتا ہے

نے شکایت کی حتی المقدور کوشش کی۔ اس نے بدعتوں[1] اور مشرکانہ رسوم کی بیخ کنی کی۔ اشاعت اسلام کے لیے کوششیں کیں اور رعایا پر محاصل کا بار ہلکا کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا دل و جان سے اس کی فریفتہ ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اہم معاملات میں قاصد بھیج کر امام سیوطی سے مشورہ بھی کیا کرتا تھا۔

اسکیہ محمد چونکہ خود عالم تھا اس لیے اس نے علماء کی دل کھول کر سرپرستی کی اور مغربی سوڈان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ علماء کو حکومت کے اندر ممتاز ترین مقام حاصل ہوا۔ حسن الوزان فاسی (لیو افریقی) جس نے اس زمانہ میں سوڈان کا سفر کیا تھا لکھتا ہے:

"اطبا، قاضیوں اور علماء کی کثرت ہے۔ بادشاہ ان کے اخراجات فیاضانہ طریقہ پر اٹھاتا ہے۔ بیرونی علاقوں سے جو کتابیں آتی ہیں وہ سوداگری کے دوسرے سامان کی نسبت زیادہ قیمت پاتی ہیں۔"

اسکیہ محمد نہ صرف یہ کہ بلاد سوڈان کی تاریخ میں سب سے بڑا حکمران گزرا ہے بلکہ وہ تاریخ کے عظیم حکمرانوں میں سے ایک ہے۔ اس کے معاصرین میں سے سوائے سلیمان اعظم کے اور کوئی حکمران عظمت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مورخین نے اسے بجا طور پر اسکیائے اعظم کہا ہے۔

اسکیائے اعظم نے تقریباً ۳۵ سال نہایت شان و شوکت سے حکومت کی لیکن اس کا انجام بڑا دردناک ہوا۔ آخر زمانہ میں اس کے تین لڑکے باغی ہو گئے۔ بادشاہ نے اپنی مدد کے لیے اپنے بھائی یحییٰ کو بلایا لیکن لڑکوں نے اس کو قتل کر دیا اور دارالحکومت گاؤ میں داخل ہو کر اسکیہ محمد کو بڑے لڑکے موسیٰ کے حق میں دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۸ء کا ہے۔ بعد میں رعایا نے موسیٰ کو اس کے مظالم کی وجہ سے قتل کر دیا۔ موسیٰ کے جانشین نے بوڑھے اسکیہ کو محل سے نکال کر، جہاں موسیٰ نے رہنے کی اجازت دے رکھی تھی، دریائے نائجر کے ایک جزیرہ میں جلاوطن کر دیا جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔

اسکیائے اعظم کے بعد ۱۵۲۸ء سے ۱۵۹۱ء تک گاؤ میں آٹھ حکمران گزرے لیکن سوائے ایک کے سب نااہل ثابت ہوئے۔ ان میں صرف اسکیہ داؤد (۱۵۴۹ء تا ۱۵۸۳ء) نے زوال کو روکنے کی کوشش کی اور اپنے باپ اسکیائے اعظم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی لیکن جب

---

(۱) تاریخ مراکش از میکلس ترجمہ مولوی انشاء اللہ خاں

کراؤن ہوتی ہے۔ مصالحے بھی بڑی قیمت پاتے ہیں۔ لیکن نمک سب سے گراں ہے۔ سونا اس کثرت سے ہوتا ہے کہ جب لوگ بازار میں فروخت نہیں کر پاتے تو واپس لے جانا پڑتا ہے۔"

شہر جینی کے متعلق لکھا ہے کہ:

"یہاں جو، چاول، مویشی اور روئی کی کثرت ہے۔"

علماء کی سرپرستی کرنے کی وجہ سے اس دور میں اہل سوداں میں مصنف بھی پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور ذاتی کتب خانے رکھنے کا رواج بھی ہو گیا تھا۔ اس زمانہ کے عالموں میں احمد بابا متوفی ۱۰۳۶ھ کا نام قابل ذکر ہے۔ مراکشی حملہ کے دوران جن لوگوں کو گرفتار کر کے مراکش بھیجا گیا تھا ان میں ایک احمد بابا بھی تھے۔ ۱۰۰۲ھ میں وہ گرفتار ہوئے اور ۱۰۰۴ھ میں وہ مراکش کے علماء کی سفارش پر رہا کر دیے گئے اور اپنے وطن ٹمبکٹو واپس چلے گئے۔ ان کو ٹمبکٹو میں اپنے کتب خانہ کے ضائع ہونے کا بڑا افسوس تھا۔ ان کے پاس اپنے بھائیوں سے کم کتابیں تھیں پھر بھی ان کی تعداد سولہ سو سے زیادہ تھی۔ احمد بابا کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں ایک کتاب "معراج الصعود" میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

"اہل سوڈان بلا کسی جبر کے یا تلوار کے خوف کے اپنی خوشی سے اسلام لائے ہیں[1]۔"

احمد بابا ایک اور کتاب کے مصنف بھی ہیں جو سوڈان کے مشاہیر کے حالات پر تھی۔ غالباً اب یہ کتاب موجود نہیں ہے۔

اسکیائے اعظم کے زمانہ میں ایک اور عالم محمد المغلی (ELMAGHLI) کا نام بھی ملتا ہے وہ اگرچہ تلمان کے رہنے والے تھے لیکن انہوں نے صحرائے اعظم کے ترقہ بربروں کی بڑی اصلاح کی۔ اسکیائے اعظم کے زمانہ میں وہ شمالی نائیجیریا میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ وہ حکمرانوں کے فرائض کے موضوع پر ایک کتاب کے مصنف ہیں۔

اس دور کے ایک اور ممتاز سودانی مصنف عبدالرحمٰن سعدی ہیں۔ وہ ۱۵۹۶ء میں ٹمبکٹو میں پیدا ہوئے تھے اور زنگی نسل سے تھے۔ ان کی بیشتر عمر جینی میں گزری جہاں وہ امام کے فرائض انجام دیتے

---

(۱) تاریخ مراکش از میکنس ترجمہ مولوی افتخار اللہ خاں

لیکن نمک کی بڑی کمی ہے۔ ایک اونٹ نمک اسّی دوکات (DUCOT) میں فروخت ہوتا ہے۔ باشندے خوش مزاج اور نرم دل ہوتے ہیں۔ رات کا بڑا حصہ سڑکوں پہ ناچ گا کر گذارتے ہیں۔ شہر کے باہر باغات بالکل نہیں ہیں۔

ٹمبکٹو کے دولت مند حکمراں (اسکیلئے اعظم) کے پاس سونے کے بکثرت عصا اور رکابیاں ہیں۔ ان میں بعض عصا کا وزن تیرہ سو پونڈ (؟) ہے۔ بادشاہ کا دربار خوب آراستہ اور شاندار ہے۔ جب وہ باہر جاتا ہے تو اونٹ پر جاتا ہے۔ جنگ میں بھی اونٹ پر جاتا ہے باقی سپاہی گھوڑوں پر۔ تین ہزار گھوڑا سوار ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ پیدل اس کے علاوہ ہیں۔ فوج کے پاس زہر میں بجھے تیر رہتے ہیں۔

یہاں گھوڑے بہت کم ہوتے ہیں اور بہترین گھوڑے باہر سے آتے ہیں۔ بادشاہ تاجروں کو گھوڑوں کی قیمت فیاضانہ ادا کرتا ہے۔

سکہ سونے کا ہوتا ہے جس پر کوئی نشان یا تحریر نہیں ہوتی۔ کم قیمت کے لیے سیپی (SHELL) استعمال کی جاتی ہے جو ایک دوکات میں چار سو ملتی ہیں۔"

شہر مالی کے متعلق لکھا ہے کہ:

"یہاں کی آبادی چھ ہزار سے زیادہ گھروں پر مشتمل ہے۔ باشندے دولت مند ہیں۔ علماء کی کثرت ہے اور وہ مسجدوں میں تعلیم دیتے ہیں۔ یہاں کے باشندے بلحاظ تہذیب اور صنعت میں باقی سوڈانی باشندوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

دارالحکومت گاؤ یا کوکو کے متعلق لکھتا ہے:

"بغیر فصیل کا شہر ہے۔ سوائے بادشاہ اور درباریوں کے باقی لوگوں کے گھر معمولی ہیں۔ تاجر بہت دولت مند ہیں۔ غلاموں کا بازار پایا جاتا ہے۔ شمالی افریقہ اور یورپ کے کپڑے کی مانگ ہے۔ پندرہ سال کا غلام چھ دوکات میں ملتا ہے۔ شاہی حرم میں غلام اور لونڈیوں کی کثرت ہے۔ بادشاہ کی حفاظت کے لیے گھوڑ سوار اور پیدل سپاہی ہوتے ہیں۔ جو گھوڑے یورپ میں دس دوکات میں خریدے جاتے ہیں وہ یہاں چالیس سے پچاس دوکات میں فروخت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یورپ کا گھٹیا سے گھٹیا کپڑا بھی چار دوکات میں آسانی سے بک جاتا ہے۔ تلوار کی قیمت تین یا چار

طرح کی انتخابی حکومت تھی۔ غیر مسلم اقتدار سے یہ آزادی دو بھائیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ان میں ایک کا نام ابراہیم سام بگو تھا اور دوسرے کا "سوری"۔ اس کے بعد فوتا جلوں کے باقی فولا باشندوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

فوتا جلوں میں مسلمانوں کی اس کامیابی کے بعد ۱۷۷۶ء میں سینگال کے علاقہ فوتا تورو (FUTA TORO) میں تکرور باشندوں نے بھی غیر مسلم فولا اقتدار کا خاتمہ کر دیا[1]۔ یہاں بھی فوتا جلوں کی طرح فولا باشندوں کی اکثریت نے اقتدار ختم ہونے کے بعد اسلام قبول کر لیا اس کے بعد سنیگال کی وادیٔ زیریں کے اولف یا وولف (WOLF) قبائل نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

فولا قبائل کی سب سے بڑی تحریک انیسویں صدی کے آغاز میں عظیم مصلح عثمان دان فودیو (USMAN DAN FODIO) کی قیادت میں شروع ہوئی۔ اس تحریک نے مغربی سوڈان پر بھی اثر ڈالا۔ یہاں ٹمبکٹو اور جنی کے درمیان مسینا (MASINA) کے علاقہ میں ایک فولانی شیخ احمدو لوبو[2] نے جو عثمان دان فودیو کے معتقد تھے اصلاح و تجدید کا کام شروع کیا۔ مسینا کے حکمران کو ان کا بڑھتا ہوا اثر ناگوار گذرا اور اس نے ان کے پیرووں پر مظالم شروع کر دیے۔ جینی کے مراکشی بھی ان کے خلاف ہو گئے اور جب یہ تحریک نہ دبی تو سیگو (SEGU) کا غیر مسلم بمبارا حکمراں بھی مخالفت میں شریک ہو گیا۔ اب شیخ احمدو نے باضابطہ جہاد کا اعلان کر دیا۔ ان کی مقبولیت اس وقت تک اتنی بڑھ چکی تھی کہ قبائل کی ایک کثیر تعداد جلد ہی ان کے علم کے نیچے جمع ہو گئی اور باوجود اس کے کہ دشمن کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی انہوں نے اس کو شکست دے کر مسینا پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح احمدو لوبو نے اس شہر کو غیر مسلم بمبارا قبائل سے جو سترہویں صدی سے قابض چلے آ رہے تھے آزاد کرا لیا۔ انہوں نے مسینا پر قابض ہونے کے بعد آردو (ARDO) کا لقب اختیار نہیں

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مقالہ SENEGAL (۲) THE GOLDEN TRADE ص ۲۲۸-۲۲۹

اس کے علاوہ دیکھیے THE COLONIZATION OF AFRICA مصنفہ JOHNSON

ص ۲۰۲۔ مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۱۳ء

تھے۔ انہوں نے ملک کے سیاسی معاملات میں بھی حصہ لیا۔ عبدالرحمٰن سعدی تاریخ سوڈان کے مصنف ہیں جس میں ۱۶۵۵ء تک کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ غالباً سونگھائی سلطنت کی تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ یہی کتاب ہے۔ سعدی نے اپنے ماخذ کے سلسلے میں دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک احمد بابا کی لکھی ہوئی "سوانح عمریاں" اور دوسری "کتاب الکبیر"۔

آخری دور

مراکش کا حملہ اہل سوڈان کے لیے بڑا تباہ کن ثابت ہوا۔ حملہ کا مقصد چونکہ صرف سوڈان کی دولت پر قبضہ کرنا تھا اس لیے اس کا نتیجہ سوائے لوٹ مار کے اور کچھ برآمد نہ ہوا۔ منصور ذہبی کے جانشین صحرائے اعظم کے پار اس دور دراز خطہ سے کوئی تعلق قائم نہ رکھ سکے۔ ۱۶۱۸ء میں مراکشی حکمران مولائے زیدان سوڈان سے دست بردار ہو گیا۔ اب مراکشی فوجی اپنا امیر خود مقرر کرنے لگے۔ صرف شریف مراکش کا نام خطبہ میں لے لیا جاتا تھا۔ ۱۶۶۰ء میں یہ بھی ختم ہو گیا اور ہر قابض امیر اپنا نام خطبے میں پڑھوانے لگا۔ مراکش کے ان خود سر امرا نے سوڈانیوں پر مسلسل مظالم کیے اور ان کے دل ہاتھ میں لینے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ ٹمبکٹو اور جینی میں ان کی اولاد اب تک پائی جاتی ہے۔ وسط نائجر کے ظروف، لباس اور خوراک پر ان کا اثر اب تک باقی ہے۔ خصوصاً جینی کا طرز تعمیر اپنی مراکشی جھلک کی وجہ سے پورے سوڈان میں انفرادیت رکھتا ہے۔

سترہویں صدی کے آخر میں ان مراکشیوں کی جو وہاں رومی کہلاتے تھے حالت اور دگرگوں ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ سترہویں صدی مغربی سوڈان کی اسلامی تاریخ کا بدترین زمانہ ہے۔ دریائے نائجر کی بالائی وادی میں غیر مسلم سوڈانی قبائل کا زور بڑھ گیا۔ سینیگال یا ارض تکرور پر ۱۵۵۹ء ہی میں غیر مسلم فولا باشندے قابض ہو چکے تھے۔ ان کا یہ غلبہ ۱۷۷۶ء تک قائم رہا۔

اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں میں پھر ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اس نئی تحریک احیاء کے علمبردار تکرور اور فولا قبائل تھے۔ فولا باشندوں کی اکثریت اگرچہ بارہویں اور پندرہویں صدی کے درمیان مسلمان ہو چکی تھی لیکن انہوں نے ابھی تک تاریخ میں کوئی امتیازی مقام حاصل نہیں کیا تھا۔ ۱۷۲۰ء میں پہلی مرتبہ فولا مسلمانوں نے گنی میں فوتا جلون(۱) کے علاقہ میں ایک شرعی حکومت قائم کی۔ یہ ایک

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مقالہ FUTA DJALLON

نے سلطنت کے استحکام کے لیے پوری کوشش کی لیکن فرانسیسوں کی بڑھتی ہوئی قوت نے ان کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ۱۸۸۱ء میں فرانسیسوں نے فوتا جلوں کی مسلم مملکت کی آزادی کا، جو ۱۷۲۰ء سے قائم تھی خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اندرون ملک پیش قدمی شروع کر دی۔ حاجی عمر تجانی کے لڑکے احمدو نے ان کا کئی سال تک مقابلہ کیا لیکن فرانسیسوں کے برتر اسلحہ کے مقابلہ میں کامیابی نہ ہو سکی۔ ۱۸۹۰ء میں فرانسیسوں نے سیگو پر اور ۱۸۹۳ء میں جینی اور ٹمبکٹو پر قبضہ کر کے وسط نائجر کی اس اسلامی مملکت کا خاتمہ کر دیا۔

حاجی عمر تجانی کے بعد انیسویں صدی کے آخر میں ایک اور مصلح امام صمد (۱۸۴۶ء تا ۱۹۰۰ء) نے اصلاح و تجدید کے سلسلے میں بڑا نام پیدا کیا۔ امام صمد منڈنگو قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور وہ گنی کے رہنے والے تھے۔ وہ سمورئی توری کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے بالائی نائجر اور سمندر کے درمیانی علاقہ میں ہزاروں بے دین افریقی باشندوں کو مسلمان کیا اور جب فرانسیسی فوتا جلوں پر ۱۸۸۱ء میں قابض ہو گئے تو انہوں نے گنی اور اس کے گرد و نواح کے علاقہ میں فرانسیسوں کی پیش قدمی روکنے کی بڑی کوشش کی۔ ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۶ء میں اور اس کے بعد بھی فرانسیسوں سے ان کے کئی معرکے ہوئے لیکن ان لڑائیوں میں امام صمد کو ناکامی ہوئی اور فرانسیسوں نے ۱۸۹۳ء کے قریب ان کے دارالحکومت بساندگو (BISANDUGU) پر جو لائبیریا کی سرحد پر واقع ہے قبضہ کر لیا۔ لیکن اس حوصلہ مند انسان نے ہمت نہ ہاری اور جلد ہی بالائی نائجر اور سیاہ والٹا کے درمیان بے دین قبائل کو مفتوح کر کے ایک نئی مملکت قائم کر لی۔ ۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۵ء میں فرانسیسوں نے یہاں بھی ان پر حملہ کیا لیکن اس مرتبہ ان کو ناکامی ہوئی۔ فرانسیسوں نے بالآخر تین سال بعد ۱۸۹۸ء میں لائبیریا کے شمال میں کوالا (CAVALLA) کے مقام پر امام صمد کو شکست دی اور ان کو گرفتار کر کے وسطی افریقہ کے علاقہ گابون میں جلا وطن کر دیا۔

اس طرح ۱۸۹۸ء میں مغربی افریقہ میں فرانسیسی استعمار کے خلاف آخری مسلح مدافعت کا خاتمہ ہو گیا۔

---

(۱) ماہنامہ "کرنٹ ہسٹری" فروری ۱۹۵۵ء

کیا جو میسینا کے حکمران استعمال کرتے تھے بلکہ اپنے لیے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ ۱۸۱۰ء میں احمدو نے اپنے لیے دریائے نائجر کے قریب نیا دارالحکومت بنایا جس کا نام حمداللہی تھا۔ جب احمدو کا انتقال ہوا تو وہ وسط نائجر کے علاقہ میں جینی سے گاؤتک اور ٹمبکٹو سے دریائے سیاہ والٹا تک ایک وسیع سلطنت قائم کر چکے تھے جو ۱۸۶۱ء تک قائم رہی۔

جس زمانہ میں وسط نائجر کی فولا سلطنت عروج پر تھی اسی زمانہ میں ایک اور سودانی مصلح حاجی عمر تجانی(۱) دریائے سینیگال اور نائجر کی بالائی وادی میں اصلاح و تجدید کے کام میں مصروف تھے۔ حاجی عمر تجانی (۱۷۹۷ء تا ۱۸۶۵ء) سینیگال کے علاقہ فوتاتورو کے رہنے والے تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ تکرور سے تھا۔ ۱۸۲۰ء میں انہوں نے حج کیا اور مکہ اور مدینہ میں چند سال رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ جب وہ حجاز سے واپس آئے تو سینیگال کے ساحلی علاقہ پر فرانسیسی قابض ہو چکے تھے۔ اور اب وہ اندرون ملک بڑھنا چاہتے تھے۔ حاجی عمر نے فرانسیسیوں کے خلاف افریقی باشندوں کو منظم کیا اور تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ ۱۸۴۲ء میں وہ اس قابل ہو چکے تھے کہ اپنے مخالفوں کا قوت کے ذریعہ مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ ۱۸۴۸ء میں انہوں نے بالائی نائجر کے علاقہ میں مانڈنگ پر اور ۱۸۵۴ء میں کارٹا پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سینیگال کی بستی مدینہ پر جو فرانسیسیوں کے قبضہ میں تھی حملہ کیا لیکن اس حملہ میں ان کو ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی سے غالباً ان کو اپنی کمزوری کا احساس ہوا اور انہوں نے ضروری سمجھا کہ فرانسیسیوں سے ٹکر لینے سے پہلے اپنی قوت اور مضبوط کر لی جائے۔ چنانچہ انہوں نے پھر مشرق کا رخ کیا۔ یہاں ان کا ٹکراؤ وسط نائجر کی فولا سلطنت سے ہوا جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ حاجی عمر کو اس مہم میں کامیابی ہوئی اور ۱۸۶۱ء میں وہ سیگو پر اور ۱۸۶۲ء میں میسینا پر قابض ہو گئے۔ دو سال بعد جب کہ وہ فولانیوں کی ایک بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھے وہ شہید ہو گئے۔

حاجی عمر تجانی کے انتقال پر اسلام سوڈان کا سرکاری مذہب بن چکا تھا۔ ان کے جانشینوں

---

(۱) حاجی عمر تجانیہ کے حالات کے لیے دیکھیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے حسب ذیل مقالے HADJ ʿUMER ،MADINGO اور SENEGAL-